تفسیر اور اس کے ماخذ

پروفیسر وحید الدین

گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسمٰعیل خان

قرآن حکیم کی تفسیر میں احتیاط قرآن کریم کی تفسیر درحقیقت حق تعالیٰ شانہٗ کی ترجمانی کا نام ہے۔ قرآن حکیم کے کسی لفظ یا آیت کی تفسیر کا مقصد بتانے والا گویا اس بات کا دعویٰ کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مراد یہی ہے۔ اس طرح اپنے بیان کئے ہوئے مفہوم کو حق تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا افترا علی اللہ کا موجب بن سکتا ہے۔ جو نہایت سنگین جرم ہے۔

ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب بایاتہ انہ لا یفلح الظلمون[۱]

ترجمہ:۔ اور اس سے زیادہ اور کون بے انصاف ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھے یا اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھوٹا بتلا دے ایسے بے انصافوں کو راست گاری نہ ہوگی[۲]

ابو منصور ماتریدی کہتے ہیں۔ کہ تفسیر میں ایک معنی پر یقین کر لینا ہوتا ہے کہ اللہ کی مراد یہی ہے۔ عموماً قرآن کریم کی تفسیر کو سہل خیال کیا جاتا ہے۔ اور ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر[۳]

---

[۱] القرآن سورہ الانعام (۶) : ۲۱

[۲] حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی : قرآن مجید مترجم و محشی تفسیر و تسہیل بیان القرآن، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی۔ ص ۱۹۵

[۳] القرآن سورۃ القمر (۵۴) : ۱۷

ترجمہ :- اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے[1]

اس آیت کا مطلب ایسے محل وقوع پر استعمال کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں جہاں تک نصیحت کا تعلق ہے۔ قرآن پاک کے الفاظ یہی ہیں۔ اس میں کسی عالم یا غیر عالم کی تخصیص نہیں لیکن جس جگہ علم کا ذکر ہے تو یہ ہر ایک آدمی کے لیے نہیں بلکہ صرف ان کے لیے ہے جو استنباط احکام کی پوری صلاحیت رکھتے ہوں۔

لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم[2]

ترجمہ :- اس وہی لوگ جانتے ہیں جو احکام کا استنباط کر سکتے ہیں۔

اعلم الصحابہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور اعلم التابعین حضرت سعیدؒ بن مسیّب جیسی مقتدر ہستیوں کو استنباط احکام میں پوری صلاحیت تھی۔ مگر اس کے باوجود قرآن کریم کے کسی لفظ کا معنی یا کسی آیت کی تفسیر کرنے میں از حد محتاط رہتے۔ سید الصحابہ حضرت ابوبکرؓ سے قرآن پاک کے لفظ کا معنی دریافت کیا گیا تو فرمایا۔

ای ارض تقلنی وای سماءٍ تظلنی اذا قلت فی کتاب مالا اعلم[3]

ترجمہ :- مجھ کو کون سی زمین اٹھائے گی اور کون سا آسمان مجھ پر سایہ گستر ہو گا جبکہ میں قرآن میں وہ بات کہوں جو میں نہیں جانتا۔

سید التابعین حضرت سعید بن مسیّب سے کسی آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا جاتا تو فرماتے۔

---

[1] تفسیر و تسہیل بیان القرآن ، ص ۹۴ ۔

[2] القرآن ۔

[3] حافظ عماد الدین ابو الفدا اسماعیل بن کثیر : تفسیر القرآن العظیم ، ج ۱ ، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان ۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۹ء ص ۵

انا لا نقول فی القرآن شیئاً [1]

ترجمہ :۔ ہم قرآن کی تفسیر میں کچھ نہیں کہا کرتے تھے ۔

حد درجہ اس احتیاط کی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ان کے سامنے تھا ۔

من تکلم فی القرآن بغیر علم فلیتبوا مقعدہ من النار [2]

ترجمہ :۔ جو شخص علم کے بغیر قرآن کے بارے میں کچھ کہتا ہے ۔ وہ دوزخ کو اپنا ٹھکانہ بنالے ۔

قرآن حکیم کی تفسیر نہایت مشکل کام ہے ۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ان وجوہ اور اسباب کا ذکر کیا ہے ۔ جن کی وجہ سے قرآن حکیم کے فہم میں دشواری یا غلطی پیدا ہوتی ہے ۔

وہ اسباب مندرجہ ذیل ہیں [3]

قرآن حکیم کے کسی لفظ کی مراد تک نہ پہنچ سکنے کے چند وجوہ ہوتے ہیں ۔ مثلاً

۱ :۔ کسی نادر الاستعمال لفظ کا استعمال —— اس کا علاج یہ ہے ۔ کہ صحابہؓ اور تابعین اور دوسرے ارباب معنی سے رجوع کر کے اس لفظ کے معنی معلوم کئے جائیں ۔

۲ :۔ منسوخ اور ناسخ میں امتیاز نہ کرنا ۔

۳ :۔ اسباب نزول کا یاد نہ رکھنا ۔

۴ :۔ مضاف یا موصوف کے محذوف ہونے کے باعث ۔

۵ :۔ ایک چیز کا کسی دوسری چیز کے ساتھ یا ایک حرف کے ساتھ ایک اسم کا کسی دوسرے اسم کے ساتھ ایک فعل کا کسی دوسرے فعل کے ساتھ بدل جانا ، یا جمع کی جگہ مفرد ، مفرد کی جگہ جمع کا رکھا جانا ۔ غائب کی جگہ مخاطب یا اس کے برعکس ہونا ۔ کبھی تقدیم ما حقہ التاخیر

---

[1] تفسیر ابن کثیر ، ج ۱ ، ص ۶

[2] شیخ الاسلام جلال الدین عبد الرحمان السیوطی الشافعی : الاتقان فی علوم القرآن ، ج ۲ ، طبع ۲ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰ء ص ۱۷۹

[3] الفوز الکبیر ص ۱۷

اور تاخیر ما حقہ التقدیم ۔ ، ایک لفظ سے متعدد معانی کا مراد لیا جاسکتا۔
۶ :۔ کبھی قرآن کے فہم میں دشواری کا باعث تکرار مضمون ۔ اطناب یا اختصار و ایجاز ہوتا ہے۔
۷ :۔ کبھی کنایہ ۔تعریف ۔متشابہ ، اور مجاز عقلی اس صعوبت فہم کا باعث ہوتا ہے ۔

تفسیر بالرائے

تفسیر بالرائے سے مراد ایسی تفسیر ہے ۔ جو اپنے ذہن میں ٹھہرائی جائے اور کسی طرح قرآن کے مفہوم کو کھینچ تان کر اس کے مطابق کر دیا جائے کسی معاملہ میں آدمی کی خود اپنی ایک رائے ہو اور اس کی جانب خواہش نفس کی بنا پر اس کا طبعی میلان بھی ہو اور وہ اپنی رائے اور خواہش کے مطابق قرآن کریم کی اس لیے تفسیر کرے کہ اپنی غرض فاسد کی صحت پر استدلال کر سکے[۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

من قال فی کتاب اللہ برأیہ فاصاب فقد اخطاء[۲]

ترجمہ :۔ جو شخص اپنی خواہش کے مطابق قرآن کی تفسیر کرے تو اگر وہ صحیح بات بھی کہہ جائے تو اس نے صحیح طریقہ تفسیر سے انحراف کیا ۔

من قال فی القرآن برأیہ فاصاب فقد اخطاء[۳]

ترجمہ :۔ جو شخص قرآن کریم کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ گفتگو کرے تو اگر صحیح بات بھی کرے تو اس نے غلطی کی ۔

البتہ جس نے غور و فکر سے کام لیا اور علم و نظر کے اصولوں کے مطابق قرآن کی تفسیر کی۔ وہ اس حدیث میں داخل نہیں ۔ اس کی تفسیر بالرائے نہیں ہوگی اور نہ خطا کی طرف منسوب ہوگی[۴]

---

۲ ابو داؤد ، ج ۲ ص ۵۱۴

۳ مشکوٰۃ ۔ جامع ترمذی ۔

۴ ابوحیان اندلسی کا قول ۔ جواہر القرآن ص ۲۲ مطبوعہ لاہور ۔

قال العلماء النھی عن القول فی القرآن بالرائ انما ورد فی حق من یتأول القرآن علی مراد نفسه وھو تابع لھواه[۱]۔

ترجمہ :۔ علماء نے کہ تفسیر بالرائے سے ممانعت اس شخص کے بارے میں وارد ہوئی جو اپنی خواہش نفس کے مطابق تفسیر کرے اور وہ اپنی خواہش کا متبع ہو۔

البتہ قرآن پاک کے ایسے معارف کا بیان جس میں اس کی اپنی رائے نہ ہو اور آیت کے الفاظ میں ان مطلب کی گنجائش ہو تو ایسی تفسیر بالرائے نہ ہوگی۔ چاہے وہ وہ بات پہلے سے منقول نہ بھی ہو۔

قرآن پاک کی تفسیر کے لیے جو اصول اجماعی طور پر مسلم ہیں۔ ان کو نظر انداز کر کے جو تفسیر محض رائے بنیاد پر کی جائے گی۔ وہ ناجائز ہوگی۔

ان التفسیر اذ لم یوجب تغییر المسألة او تبدیلا فی عقیدة السلف فلیس تفسیرا بالرای فاذا وجب تغییر المسئلة۔ متواترة او تبدیلا لعقیدة مجتمع علیھا فذلك ھو التفسیر بالرائ وھذا یستوجب صاحبه النار[۲]

ترجمہ :۔ تفسیر جب کسی مسئلہ کو نہ بدلے اور نہ عقیدہ سلف میں کوئی تبدیلی کرے تو وہ تفسیر بالرائے نہیں۔ ہاں جب کسی متواتر مسئلہ کو بدلے یا کسی اجتماعی عقیدہ کو تبدیل کرے تو وہ ضرور تفسیر بالرائے ہے اور ایسا کرنے والا بے شک دوزخ کی آگ کا مستوجب ہے۔

ومن قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوا مقعده من النار[۳]

ترجمہ :۔ جو شخص قرآن کریم کے معاملہ میں علم کے بغیر کوئی بات کہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

---

[۱] تفسیر خازن ص ۶ ج ۱ مطبوعہ مصر

[۲] فیض الباری ج ۴ ص ۱۵۰ ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ

[۳] الاتقان ، ص ۱۷۹

وان کان القول فی القرآن بغیر علم لکن عن جهل و ذلك بان تکون الایة محتملة لوجوه فیفسرها بغیر ما تحتمله من المعانی والوجوه [1]

ترجمہ :۔ تفسیر بالرائے علم کے بغیر یہ ہے کہ ایک آیت میں مختلف مطالب کا احتمال ہے لیکن کوئی شخص اس کی ایسی تفسیر کرتا ہے ۔ جس کی اس آیت میں کوئی گنجائش نہیں ۔

تفسیر کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

تفسیر کا لفظ دراصل "فَسَّرَ" سے نکلا ہے ۔ جس کے معنی ہیں کسی چیز کا کھولنا، ظاہر کرنا بیان کرنا "فَسَّرَ" مصدر ، فعل ضرب اور نصر دونوں کے وزن پر آیا ہے [2] اور اس لیے قرآن مجید کے مفہوم کو کھول کر بیان کرنے کو علم تفسیر کہتے ہیں ۔

صاحب لسان العرب کہتے ہیں ۔ "فَسَّرَ" کے معنی میں اظہار و بیان اس کا فعل ضرب اور نصر دونوں سے آتا ہے ۔ تفسیر کا مفہوم بھی یہی ہے ۔ "فَسَّرَ" بے حجاب کرنے کو کہتے ہیں ۔ تفسیر کرتے وقت بھی مشکل لفظ کے معنی مفہوم کو گویا بے حجاب کر دیا جاتا ہے [3]

قرآن حکیم کی اصلی عبارت متن کہلاتی ہے اور اس کے کھولنے اور بیان کرنے کو تفسیر کہتے ہیں۔

۱ :۔ علم تفسیر اس علم کو کہتے ہیں جس میں قرآن حکیم کے معنی بیان کئے جائیں اور اس کے احکام اور حکمتوں کو کھول کر واضح کیا جائے [4]

۲ :۔ تفسیر ایک ایسا علم ہے ۔ جس کی مدد سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ قرآن

---

[1] علامہ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی : مقدمہ تفسیر، مکتبہ تجاریہ مصر، ص ٦

[2] قاموس ج ۲ : ص ۱۱

[3] لسان العرب : ۲ : ۳٦۱

[4] مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، ج ۱ ص ۴۹

کے معنی سمجھے جاتے ہیں اور اس کے احکام و مسائل اور اسرار و حکم سے بحث کی جاتی ہے۔[۱]
ابوحیان اندلسی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں ۔

علم يبحث فيه عن كيفية النطق بالفاظ ومدلولاتها و احكامها الافرادية والتركيبية ومعانيها التى تحمل عليها حالة التركيب وتتمات لذلك[۲]

ترجمہ :۔ یہ ایک ایسا علم ہے ۔جس میں الفاظ قرآن کی کیفیت نطق، الفاظ کے معنی ان کے افرادی اور ترکیبی حالات اور ان کے تتمات کا بیان کیا جائے ۔

تتمات سے وہ علوم مراد ہیں جو اس کی تفہیم کو مکمل کریں ۔اس میں اسباب نزول کی معرفت، ناسخ و منسوخ کا بیان ، درجات نصوص کی تعین ، ظاہر و خفی کی تشریح ۔متشابہات کی توضیح، مبہمات کی تفصیل اور احکامات کی تنقیح وغیرہ سب امور داخل ہیں ۔

۴ :۔ تفسیر ایک ایسا علم ہے ۔جس میں قرآنی آیات کے نزول ان کے واقعات متعلقہ و اسباب نزول نیز مکی و مدنی ، محکم و متشابہ ، ناسخ و منسوخ ، خاص و عام ، مطلق و مفید ، مجمل و مفسر ، حلال و حرام وعدہ و وعید ، امر و نہی اور عبرت و امثال وغیرہ سے بحث کیجاتی ہے۔[۳]

تاویل کا لغوی معنی اور اصطلاحی مفہوم

تاویل کا سہ حرفی مادہ اول (رجوع کرنا) ہے یعنی الفاظ جتنے معانی کے محتمل ہو سکیں ۔ان میں سے بذریعہ قرائن کسی ایک معنی کی طرف رجوع کرنا تاویل کہلاتا ہے ۔

صاحب قاموس فرماتے ہیں ۔

"ال الیہ اولاً" یعنی رجوع کرنا اور منحرف ہونا ۔تاویل الکلام سے مراد اس کی

---

[۱] علم يفهم به كتاب الله المنزل على نبيه محمد صلى الله عليه وسلم وبيان معانيه واستخراج احكام وحكمه ۔

[۲] علامہ شہاب الدین السید محمود آلوسی : روح المعانی ، ج ۱ ، مکتبہ امدادیہ ملتان ، ص ۴

[۳] الاتقان فی علوم القرآن : ج ۲ ، ص ۱۷۴

توضیح وتشریح ہے۔ تاویل خواب کی تعبیر کو بھی کہتے ہیں[1]

لسان العرب میں ہے۔

اَول کے معنی ہیں رجوع کرنا اور منحرف ہونا۔

حدیث میں ارشاد ہے۔

من صام الدهر فلا صام ولا آلَ

ترجمہ :۔ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا نہ اس کا روزہ ہوا اور نہ اس نے نیکی کی طرف رجوع کیا۔

تاویل الکلام کے معنیٰ اظہار و بیان کے ہیں[2]

قدیم زمانے میں تفسیر کے لیے لفظ تاویل بھی استعمال ہوتا تھا۔ قرآن حکیم میں بھی یہی لفظ تفسیر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

وما یعلم تاویله الا الله

ترجمہ :۔ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس مفہوم کو تائید حاصل ہے۔

اللّٰهم فقهه فی الدین وعلمه التاویل[3]

ترجمہ :۔ اے اللہ! (ابن عباسؓ) کو دین کی سمجھ اور تاویل (تفسیر) کا فہم عطا کر۔

علامہ بغویؒ لکھتے ہیں۔

التاویل صرف الأیة الی معنی موافق لما قبلها وما بعدها تحتمله الأیة غیر مخالف الکتاب والسنة من طریق الاستنباط[4]

---

[1] قاموس ج ۳ : ص۳۳۱

[2] لسان العرب ج ۳ : ص۳۳

[3] فتح الباری ج ۱ ص۸۸

[4] الاتقان فی علوم القرآن ج ۲ ، ص۱۷۳

ترجمہ :۔ تاویل آیت کا لوٹا دینا ایک ایسے معنی کی طرف جو ماقبل اور مابعد کے موافق ہو اور معنی قرآن و سُنّت کے مخالف نہ ہوں اور ایسے معانی پیدا کرنا از راہ استنباط ہوگا۔

ابن ابی حاتم حضرت عباس رضؓ سے روایت کرتے ہیں۔

فظهره التلاوة وبطنه التاويل فجالسوا به العلماء وجابنوا به السفهآ۔

ترجمہ :۔ قرآن کا ظاہر اس کی تلاوت ہے اور اس کا باطن اس کے مطالب ہیں۔ اس کے لیے علماء کے پاس بیٹھو اور بے وقوفوں سے کنارہ کش رہو۔

امّا التاويل وهو حرف الاٰية على طريق الاستنباط الى معنى يليق لهما محتمل لما قبلها وبعدها وغيره مخالف الكتاب والسنة فقد رخص فيه اهل العلم[۱]۔

ترجمہ :۔ وہ تاویل جس میں قرآن پاک کی آیت کو استنباط اور استدلال کے طریقے سے کسی ایسے معنی کی طرف لوٹایا جائے۔ جس کی وہ آیت اپنے سیاق و سباق کے لحاظ سے متحمل ہے اور گنجائش رکھتی ہے تو اس قسم کی تاویل کی اہل علم نے اجازت دی ہے۔ ہاں جو تاویل ظاہر الفاظ قرآن سے ماخوذ نہ ہو اور الفاظ قرآن اس کی کسی طرح متحمل نہ ہوں۔ یا وہ تاویل اسلام کے مسلمہ بنیادی اصول سے متصادم ہو تو یہ تاویل باطل ہے جس کا نام تحریف ہے۔

تفسیر قرآن کے ماخذ

قرآن پاک کی تفسیر کے کل پانچ ماخذ ہیں۔ ۱ :۔ خود قرآن حکیم۔ ۲ :۔ احادیث نبویہؐ۔ ۳ :۔ صحابہ کرامؓ و تابعین عظامؒ کے اقوال۔ ۴ :۔ لغت عرب۔ ۵ :۔ عقل سلیم و ذوق سلیم۔

ذیل میں ان مباحث پر تھوڑی سی تفصیل پیش خدمت ہے۔

قرآن کریم کی تفسیر کا پہلا ماخذ خود قرآن کریم ہے۔ اس کی آیات کبھی ایک دوسرے کی تفسیر کر دیتی ہیں۔

---

[۱] تفسیر خازن۔

القرآن یفسر بعضه بعضها

ترجمہ :۔ ایک بات آیت میں مبہم ہوتی ہے تو دوسری آیت اس ابہام کو واضح کر دیتی ہے ۔ مثال کے لیے ایک آیت درج ذیل ہے ۔

فتلقیٰ آدم من ربه کلمٰت فتاب علیه[۱]

ترجمہ :۔ بعدازاں حاصل کر لیے آدمؑ نے اپنے ربّ سے چند الفاظ تو اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی[۲] اس آیت میں یہ واضح نہیں کہ کلمات کیا تھے ۔ ان کلمات کی وضاحت درج ذیل دوسری آیت میں ہے ۔

قالا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخٰسرین[۳]

ترجمہ :۔ وہ دونوں کہنے لگے کہ اے ہمارے ربّ ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے ۔ تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جاوے گا[۴]

قرآن حکیم کا بخوبی مطالعہ کرنے پر ایک قاری اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اس میں ایجاز بھی ہے اور اطناب بھی ۔ اجمال بھی ہے اور تبیین بھی ۔ ایک اعتبار سے مطلق ہے اور دوسری جگہ مقید ایک آیت میں حکم عام ہے اور دوسری میں خاص اس لیے مفسر کے لیے ضروری ہے ۔ کہ ایک موضوع کی تمام مکرر آیات کا اچھی طرح مطالعہ کر کے مفہوم متعین کرنے کی کوشش کرے کیونکہ قرآن مجید میں ایک ہی مضمون کو مختلف انداز و عنوان سے بیان کیا جاتا ہے ۔ اس لیے تفسیر کرتے وقت آیات کے سیاق و سباق کے ساتھ اس مضمون کی دوسری آیات پیش نظر رکھنا ضروری ہے ۔

۱۔ القرآن سورۃ البقرہ (۲) ۳۷

۲۔ تفسیر و تسہیل بیان القرآن ، ص م

۳۔ القرآن سورۃ اعراف (۷) ۲۳

۴۔ تفسیر تسہیل بیان القرآن ، ص ۲۲۹

قرآن حکیم کی ایک آیت ہے۔

و قرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ[1]

ترجمہ:۔ اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو[2]

بعض افراد کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ اس آیت میں پردہ کا حکم صرف ازواج مطہراتؓ کے لیے ہے اور اس غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ آیت کے سیاق و سباق پر ان کی نظر نہیں ہوئی۔ کیونکہ ازواج مطہرات کو اس خطاب میں پردہ کے علاوہ اس سے پہلے یہ احکام دیے گئے۔ بولنے میں نزاکت سے کام نہ لو۔ نیک بات کہو۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو، اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور یہ احکام صرف ازواج مطہراتؓ کے لیے نہیں۔ بلکہ تمام مسلمان عورتوں کے لیے بھی ہیں۔ البتہ ازواج مطہراتؓ کو اس خطاب میں خصوصیت صرف اس وجہ سے ہے۔ کہ احکام شرعیہ کی ذمہ داری ان پر زیادہ ہے۔ ان احکام میں سے صرف پردہ کے حکم کو ازواج مطہراتؓ کے لیے خاص کرنے کی اب کوئی معقول وجہ باقی نہیں رہتی۔

اس طرح ایک بات دوسری قرأت میں واضح ہو جاتی ہے۔ جبکہ پہلی قرأت میں وہ مبہم ہو۔ اس کی مثال قرآن کریم کی آیت فاغسلوا وجوھکم وارجلکم کے متعلق ہے وارجلکم کی قرأت میں سر کی طرح پاؤں کا بھی مسح کرنے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ بات مبہم ہے۔ مگر دوسری قرأت وارجلکم سے یہ ابہام رفع ہو جاتا ہے۔ اور ہاتھ اور منہ کی طرح پاؤں کا دھونا بھی فرض ہو جاتا ہے۔

تفسیر القرآن بالقرآن کی پوری تفسیر علامہ ابن جوزیؒ نے لکھی ہے اور علامہ سیوطیؒ نے الاتقان میں اس کا ذکر کیا ہے[3]۔ ایک ایسی تفسیر مدینہ طیبہ کے ایک شیخ محمد امین بن محمد مختار شنقیطی نے لکھی ہے۔ جو اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن کے نام سے ~~مطبع دار الاصـ~~ دار الاصفہانی ۱۳۷۸ھ جدہ میں شائع ہو چکی ہے۔

---

[1] القرآن سورۃ احزاب ( ) ۳۳

[2] تفسیر و تسہیل بیان القرآن، ص ۶۴۳ [3] الاتقان، ج ۲، نوع ۷۸، ص ۱۷۵

قرآن پاک کی تفسیر کا دوسرا ماخذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو معلّم بنا کر بھیجا ہے۔

ویعلمھم الکتاب والحکمۃ[1]

ترجمہ:۔ اور پیغمبر ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

اور حکمت سے مراد سُنت رسولؐ ہے۔ قرآن حکیم آپؐ پر ہی نازل ہوا اور آپؐ کو ہی تفسیر کا حق حاصل ہے۔ خود قرآن کریم میں بھی اس کا ذکر ہے۔

وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس مانزل الیھم[2]

ترجمہ:۔ تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ان کو آپ ان سے ظاہر کر دیں اور تاکہ وہ (ان میں) فکر کیا کریں[3]

لتبیّن میں لام غایت کا ہے یعنی یہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر جو قرآن حکیم نازل کیا ہے۔ اس کی غرض وغایت یہی ہے۔ کہ آپ اس کو کھول کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کریں۔ یعنی آپ ہی اس کے شارح مفسر اور معانی ومطالب کو بیان کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صرف قرآن پاک کے الفاظ ہی آپ پر نازل نہیں فرمائے بلکہ اس کے معنی ومطالب کا الہام بھی اپنی ذمہ داری میں لیا۔

ان علینا جمعہ وقرأنہ فاذا قرأناہ فاتبع قرأنہ ثم ان علینا بیانہ[4]

ترجمہ:۔ اس کا جمع کر دینا اور (آپ کی زبان سے) اس کا پڑھوا دینا ہے (جب

---

[1] القرآن سورۃ البقرہ (۲ : ۱۲۹)

[2] القرآن سورۃ النحل (۱۶ : ۴۴)

[3] تفسیر وتسہیل بیان القرآن، ص ۴۰۸۔

[4] القرآن سورۃ قیامت (۷۵) : ۱۷

یہ ہمارے ذمہ ہے) تو جب ہم اس کو پڑھنے لگا کریں (یعنی ہمارا فرشتہ پڑھنے لگا کرے) تو آپ اس کے تابع ہو جایا کیجئے پھر اس کا بیان کروا دینا بھی ہمارا ذمہ ہے[1]

ہر چیز میں ظاہر کے ساتھ ایک حقیقت ہوا کرتی ہے۔ قرآن حکیم کا بھی ایک ظاہر اور ایک حقیقت ہے۔

حافظ بن حیانؒ ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں۔

ان للقرآن ظاهرا و باطنا[2]

ترجمہ:۔ قرآن کے ظاہر معانی بھی ہیں اور علمی نقطے بھی۔

قرآن حکیم کا ظاہر تو الفاظ ہیں اور اس طرح اس کی ایک حقیقت بھی ہے اور وہ ہے الفاظ قرآن سے مراد ربانی یعنی آیات ربانی کا منشا ہی قرآن پاک کی حقیقت ہے۔

حضرت مقداد بن سعدیکربؓ روایت کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

الا انی اوتیت القرآن ومثله معه یعنی السنة[3]

ترجمہ:۔ مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کی مثل ایک اور چیز بھی یعنی سنّت۔

آپؐ کا ارشاد مجھے کتاب جیسی ایک اور چیز دی گئی ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ مراد ربانی کی ترجمانی کا حق صرف اور صرف آپؐ کو حاصل ہے اور اللہ جل جلالہ نے خود اپنے ارشاد۔

وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى[4]

ترجمہ:۔ اور نہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بنانے والے ہیں ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے[5]

---

[1] تفسیر و تسہیل بیان القرآن، ص ۔ ۸۷۱

[2] الاتقان، ج ۱، ص ۱۴۱

[3] الاتقان، ص ۱۷۶

[4] القرآن سورۃ النجم (۵۳) : ۴

[5] تفسیر و تسہیل بیان القرآن، ص ۷۸۹ ۔

سے اس ترجمانی کا حق صرف نطقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے۔ حبیبۂ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے۔

کان خلقہ القرآن

ترجمہ :۔ آپؐ کا اخلاق قرآن تھا۔

اس کا واضح مطلب یہی نکلتا ہے۔ کہ

قرآن علم ہے اور صاحب قرآن عمل۔

قرآن حکم ہے اور صاحب قرآن تعمیل۔

قرآن اجمال ہے اور صاحب قرآن تفصیل۔

اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے۔ کہ قرآن کو صاحب قرآن کی روشنی میں سمجھنا چاہیے الغرض جو کچھ تیئیس ۲۳ سال آپؐ پر نازل ہوا۔ وہی آپؐ نے اپنی عملی زندگی میں پیش فرما دیا۔

علم حدیث کا جاننا مفسر کے لیے ضروری ہے۔ غیر محدث ہرگز مفسر نہیں ہو سکتا۔ اور حدیث رسولؐ کو قرآن پاک کی تفسیر کا پورا حق حاصل ہے۔ اس کے بغیر قرآن پاک کی تشریح اور توضیح میں بہت سے شبہات بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

عنقریب تمہارے پاس ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن مجید کے شبہات کے ساتھ تم سے مجادلہ کریں گے تم ان پر سنن کے ذریعہ گرفت کرنا کیونکہ اصحاب سنن کتاب اللہ کے بڑے عالم ہوتے ہیں[۱]

علامہ ابن سعد نے طبقات میں بطریق عکرمہؓ حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے ان کو خوارج کے پاس بھیجا تو فرمایا۔ تم ان کے پاس جاؤ اور مباحثہ کرو مگر دیکھو قرآن کو درمیان میں نہ لانا۔ کیونکہ وہ معانی مختلفہ کو محتمل ہوتا ہے۔ البتہ سنّت سے احتجاج کرنا (حجت لینا) ابن عباسؓ نے فرمایا میں تو ان کی نسبت قرآن کو زیادہ جانتا ہوں کیونکہ ہمارے گھر میں ہی نازل ہوا ہے۔ حضرت علیؓ بولے ہاں تم سچ کہتے ہو۔ لیکن القرآن حمال ذو وجوہ قرآن میں

---

[۱] موافقات امام شاطبی، ج ۴، ص ۱۷ [۲] علامہ ابن سعد طبقات ابن سعد

اجمال کی وجہ سے مختلف معنی کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ تم بھی کہتے رہوگے اور وہ بھی کہتے رہیں گے۔ فیصلہ کچھ نہ ہوگا۔ اس لیے سنن سے استدلال کرنا وہ اس سے بچ کر کہیں نہ جاسکیں گے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے خوارج سے سنت کی روشنی میں مناظرہ کیا تو وہ لاجواب ہوگئے۔ قرآن پاک کی تفسیر میں حدیث پاک کا کس قدر حصہ ہے۔ سید محمد یوسف بنوریؒ کے حوالہ سے یہاں اپنے استاد خاتم المحدثین علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کاشمیریؒ کا ایک قول نقل کر رہے ہیں۔

اگر نور بصیرت کے ساتھ احادیث شریفہ پر غور کیا جائے تو نظر آئے گا کہ بہت سی احادیث قرآن کریم کے چشمۂ صافی سے نکلی ہیں یہاں تک کہ بہت سی احادیث شریفہ میں قرآن کریم کی تعبیرات کی طرف لطیف اشارے پائے جاتے ہیں[1]۔ حضرت مکحول دمشقیؒ فرماتے ہیں۔

القرآن احوج الی السنة من السنة الی القرآن[2]

ترجمہ:۔ قرآن کو جس قدر سنت کی ضرورت ہے۔ سُنّت کو اس حد تک قرآن کی حاجت نہیں۔

حافظ ابوعمر بن عبدالبر فرماتے ہیں۔ کہ مکحول کا مقصد ان الفاظ سے یہ ہے۔ کہ کتاب اللہ کے لیے سُنّت رسولؐ مبین ہے۔ یعنی اس کی مراد واضح کرتی ہے۔

انما تقتضی علیه و تبیّن المراد منه[3]

یعنی قرآن حکیم اپنی تشریحات کے لیے جس قدر سُنّت کا محتاج ہے۔ سنت کو اپنے مطالب کی وضاحت کے لیے قرآن کی اتنی ضرورت نہیں۔ سنت میں مزید احکام بھی ہیں۔ جو قرآن میں بطور نص مذکور نہیں ہیں۔

---

[1] تتمۃ البیان ص ۲۸ بحوالہ علا بنوری ٹاؤن: بینات کراچی، ربیع الثانی فروری ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵ء

[2] تفسیر القرطبی، ج ۱، ص ۳۸ - ۳۹ -

[3] جامع البیان العلم، ج ۲، ص ۱۹۱

قرآن حکیم کی تفسیر کا تیسرا ماخذ صحابہ کرام و تابعین عظام کے اقوال ہیں

صحابہ کرامؓ مدرسہ نبوت کے بلا واسطہ شاگرد ہیں۔ جس کی شہادت قرآن پاک میں ہے۔ ویعلمھم الکتاب والحکمۃ آپ ان (صحابہؓ) کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ بھلا کتاب وحکمت کی اس براہ راست تعلیم میں صحابہؓ کا کوئی ہمسر ہوسکتا ہے اور وہ صحابہ کرامؓ نزول وحی کے عینی شاہد بھی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ آپ کے ہمنشیں اور صحبت یافتہ تھے اور وہ شانِ نزول اور قرآنی تعلیمات سے بخوبی واقف بھی تھے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ کا ارشاد ہے۔

واللہ ما نزلت آیۃ الا وقد علمت فیما انزلت واین انزلت ان ربّی وھب لی قلبًا عقولاً ولسانًا سئولاً[1]

ترجمہ:۔ اللہ کی قسم جو بھی آیت نازل ہوئی۔ اس کے بارے میں مجھے معلوم ہے۔ کہ کس بارے میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی۔ میرے ربّ نے مجھے بہت سمجھنے والا دل اور بہت پوچھنے والی زبان عطا فرمائی ہے۔

ایک دوسری روایت ہے۔ آپؓ نے ممبر پر فرمایا۔

سلونی فواللہ لا تسئلون عن شیءٍ الا اخبرتکم وسلونی عن کتاب اللہ فواللہ ما من آیۃ الا وانا اعلم أبلیل نزلت ام بنھارٍ ام فی سھل ام فی جبل[2]

ترجمہ:۔ مجھ سے سوال کرو۔ اللہ کی قسم مجھ سے جو سوال کروگے اس کا جواب دونگا۔ اور مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھو پس اللہ کی قسم قرآن کریم میں کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے یہ علم نہ ہو کہ وہ رات کے وقت اتری تھی یا دن کے وقت۔ میدان میں اتری تھی یا پہاڑ پر۔

---

[1] الاتقان نوع ۸۰، ص ۱۸۷

[2] الاتقان نوع ۸۰، ص ۱۸۸

اسی طرح فقیہہ الامت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کیا ہے۔

والذی لا الہ غیرہ ما نزلت آیۃ من کتاب اللہ الا انا اعلم فیمن نزلت و این نزلت ولو اعلم مکان احدٍ اعلم بکتاب اللہ منی تنالہ المطایا لاتیتہ[1]

ترجمہ:۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کتاب اللہ کی جو بھی آیت نازل ہوئی اور اگر مجھے معلوم ہو۔ کہ کوئی شخص کتاب اللہ کا مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ اور اس تک پہنچنا ممکن ہو تو میں ضرور اس کی خدمت میں حاضر ہوتا۔

الغرض تفسیر نبوی ؐ کے بعد صحابہ کرام رضؓ کی تفسیر سب سے مقدم ہے اور حقیقت میں وہ بھی آنحضرتؐ کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ اس لیے ایسی کوئی تفسیر قابل قبول نہ ہوگی جو اقوال صحابہ رضؓ سے ہٹ کر ہو۔

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولّی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا[2]

ترجمہ:۔ اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ ہو لیا تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے جانے کی[3]

ومن یشاقق الرسول کے ذکر کے بعد ویتبع غیر سبیل المومنین آیا ہے پتہ چلتا ہے۔ کہ اتباع رسولؐ کے علاوہ مومنین کا راستہ چھوڑ دینا بھی جہنم میں جانے کا سبب بن سکتا ہے اور یہاں سبیل سے مراد اجماعِ صحابہؓ ہے۔

---

[1] الاتقان، نوع ۸۰، ص ۱۸۷ مزید تائیدی حوالہ ابن کثیر، ج ۱، ص ۳

[2] القرآن سورۃ النساء (۴) ۱۱۵

[3] تفسیر وتسہیل بیان القرآن، ص ۱۴۶

صحابہ کرامؓ اہل زبان بھی تھے۔ مگر پھر بھی اپنی زبان دانی پر بھروسہ کرنے کی بجائے انہوں نے قرآن حکیم کو سبقاً سبقاً آپؐ سے پڑھا اور نہایت محبت اور جانفشانی سے فہم القرآن میں مہارت حاصل کی اس سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کے عجیب وغریب واقعات ہیں۔ یہاں ایک مشہور تابعی عالم حضرت ابو عبد الرحمٰن السلمیؒ کا ایک فقرہ نقل کر دینا کافی ہوگا۔

حدثنا الذین کانو یقرون القرآن کعثمان بن عفان و عبد اللہ بن مسعود وغیرھم انھم کانو اذا تعلموا من النبیؐ عشر آیات لم یتجاوزوھا حتی یعلموا ما فیھا من العلم والعمل[1]

ترجمہ:۔ صحابہ کرام میں سے جو حضرات قرآن کریم کی تعلیم دیا کرتے تھے مثلاً حضرت عثمانؓ بن عفان اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ وغیرہ انہوں نے ہمیں بتایا کہ وہ جب آپؐ سے دس آیتیں سیکھتے تو ان سے اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے جب تک کہ ان آیتوں کی تمام علمی اور عملی باتیں حاصل نہ کرلیں۔

اور موطا امام مالک میں ہے۔

اقام ابن عمر علی حفظ البقرۃ ثمان سنین[2]

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ آٹھ سال تک صرف سورۃ بقرہ یاد کرتے رہے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے شرح مسوی میں لکھا ہے۔ یہ اس لیے کہ وہ چاہتے تھے کہ قرآن حکیم میں تبحر حاصل کریں۔ اسباب نزول اور احکام میں نئے نئے استخراج کریں۔

مسند احمد میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔

کان الرجل اذ قراء البقرۃ وآل عمران جد فی اعیننا۔

---

[1] الاتقان، ج ۲، نوع ۷۸، ص ۱۷۶۔

[2] ایضاً

ترجمہ:۔ جب کوئی شخص سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران پڑھ لیتا تو ہماری نگاہوں میں وہ بہت قابل احترام ہو جاتا تھا۔ ظاہر ہے۔ کہ اس سے مراد ظاہری اخذ و حفظ نہیں بلکہ قرآن پاک کے علوم و معارف کی تعلیم تھی۔ قرآن حکیم کے مقاصد صرف ظاہری تعبیر میں واضح ہوتے تو وہ صحابہ جو اہل زبان تھے وہ بہت جلد ہی سمجھ لیتے وہ قرآن پاک کی صرف ایک سورۃ سیکھنے پر اتنی مدت صرف نہ کرتے۔

مسند احمد میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔

کان الرجل اذا قراء البقرۃ وآل عمران جد فی اعیننا[1]

ترجمہ:۔ جب کوئی شخص سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران پڑھ لیتا تو وہ ہماری نگاہوں میں بہت قابل احترام ہو جاتا تھا۔ آنحضرتؐ کی تفسیر کے بعد صحابہ کرام کی تفسیر کو اولیت حاصل ہے اور حقیقت میں یہ تفسیر بھی آنحضرتؐ کی تعلیم کا ثمرہ ہے۔

صحابہ کرامؓ کے بعد تابعینؒ کا درجہ ہے۔ یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے صحابہ کرامؓ سے علوم کے وہ فیض پائے جو انہوں نے آپؐ سے براہ راست حاصل کئے۔

تابعی کبیر مفسر جلیل حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں۔

عرضت القرآن علی ابن عباس ثلثین مرۃ[2]

ترجمہ:۔ میں نے اپنے استاد حضرت ابن عباسؓ کو تیس مرتبہ قرآن بیان کرتے سنا

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

تابعین میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے پوری تفسیر صحابہؓ سے حاصل کی۔ مجاہد کہتے ہیں۔ میں نے مصحف قرآنی حضرت ابن عباسؓ کے سامنے پیش کر دیا ہر آیت پر انہیں ٹھہراتا اور مطلب سمجھتا تھا۔[3] الغرض تابعین نے تفسیر کا علم بھی اس طرح صحابہ کرام سے حاصل کیا ہے۔ جس طرح علم سنت ان سے پایا تھا۔

---

[1] الاتقان، ج ۲، نوع ۷۸، ص ۱۷۶

[2] الاتقان وکذا فی تہذیب ج ۱۰، ص ۴۲

[3] ابن تیمیہ، اصول التفسیر مترجم، مطبوعہ لاہور، ص ۲۰

تفسیر کا چوتھا ماخذ علم لغت عرب ہے

علم لغت کی رو سے معلوم کیا جاتا ہے۔ کہ فلاں مفرد لفظ کو کس معنی کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کی تفسیر کے لیے علوم عربیہ سے واقفیت لازمی ہے اور خود قرآن حکیم کی زبان یہی ہے۔

"بلسان عربی مبین"[1]

ترجمہ:-

دوسری جگہ ذکر ہے۔

انا انزلناہ قرانا عربیا لعلکم تعقلون[2]

ترجمہ:

اس سے ثابت ہوا۔ کہ علوم عربیہ سے ناواقف قرآن حکیم کی تفسیر نہیں کر سکتا ہے۔ ایک شخص اردو نہیں جانتا وہ دیوان غالب کی شرح کیونکر لکھ سکتا ہے۔ علوم عربیہ میں مندرجہ ذیل پندرہ[۱۵] علوم شامل ہیں[3]۔

علم لغت[۱] علم صرف[۲] علم نحو[۳] علم اشتقاق[۴] علم معانی[۵] علم بیان[۶] علم بدیع[۷] علم قرأت[۸] علم اصول دین[۹] علم اصول فقہ[۱۰] علم اسباب نزول[۱۱] علم ناسخ و منسوخ[۱۲] علم فقہ[۱۳] علم حدیث[۱۴] نور بصیرت[۱۵] اور وہبی علم۔

مگر ہر زبان کی لغت کا اپنا ایک عرف ہوتا ہے۔ مثلاً اردو میں ایک محاورہ ہے۔ "کریلا اور نیم چڑھا" تو یہاں لغوی مفہوم کی بجائے عرفی مفہوم مراد لیا جاتا ہے۔ کسی برائی کے بیان کے موقع پر جب مبالغہ مقصود ہو۔ تو اہل زبان اس محاورہ کا استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح

---

[1] القرآن سورۃ الشعراء: (۲۶) ۱۹۵۔

[2] القرآن سورۃ یوسف: (۱۲) ۲۔

[3] الاتقان، نوع ۷۸۔

قرآن حکیم میں لغت عربی کے علاوہ اس کا اپنا ایک خاص عرف ہے۔
صلوٰۃ اور حج کا لغوی مفہوم دعا مانگنا اور ارادہ کرنا ہے۔ مگر صرف دعا مانگنے سے نہ نماز ادا ہوجاتی ہے۔ اور نہ محض ارادہ کرنے سے حج ہوجاتا ہے۔ قرآن حکیم نے یہاں صلوٰہ اور حج کے الفاظ عربی زبان سے ضرور لیے مگر اس میں مفہوم اپنا رکھا۔ جو ارکان مخصوصہ اور مناسک حج کی حیثیت سے متعارف ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ صرف عربی زبان و ادب پر عبور کرلینا بھی کافی نہیں۔ بلکہ اس سلسلے میں الفاظ مفردہ جو قرآن مجید میں آئے ہیں۔ ان کے حقائق کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔
ہر زبان کی لغت میں اپنے محاورے ہوتے ہیں اور ان محاوروں کا مفہوم اپنے طور پر الگ الگ ہوتا ہے۔
قرآن حکیم میں ذکر ہے۔
"واضرب بعصاك الحجر[1]"
ترجمہ :۔ "اور اپنی لاٹھی کو پتھر پر مارو[2]"
اہل زبان بجا طور پر اس کا مفہوم یہی سمجھتے ہیں۔ احادیث سے بھی اس مفہوم کو تائید حاصل ہے۔ مگر سرسید احمد خان نے لغت کے دور دراز حوالوں کی بنیاد پر ایک اور مفہوم نکالا اور آیت کریمہ کے اس عربی محاورے۔ واضرب بعصاك الحجر کا ترجمہ یہ کیا اور "لاٹھی کے سہارے اس چٹان پر چلو[3]"۔ حالانکہ ضرب کے ساتھ فی کا استعمال ہو تو عربی لغت میں چلنے کا مفہوم ہوتا ہے۔ اور واذا ضربتم فی الارض[4] کا یہی معنی ہے۔
مگر یہاں ضرب کے ساتھ فی کی بجائے با کا استعمال ہوا ہے جس کا مطلب چلنا نہیں مارنا مراد ہے۔ عربیت سے مراد عربی زبان کی صرف اتنی استعداد کافی نہیں کہ کوئی شخص عربی سے اردو

---

[1] ان اضرب بعصاك الحجر اعراف (۷) : ۱۶۰
[2] تفسیر و تسہیل بیان القرآن
[3] سرسید احمد خان : تفسیر القرآن العظیم، ج ۱، مطبوعہ لاہور، ص ۹۱
[4] بقرہ (۲) ۲۷۳

یا کسی اور زبان میں ترجمہ کر سکے ۔ صرف اس قدر استعداد سے قرآن مجید کا اجمالی مفہوم تو سمجھا جا سکتا ہے ۔ مگر وہ بلیغ اسلوب بیان اور اس کے مخصوص انداز تعبیر سے واقف نہ ہو سکے گا ۔ اور یہ صرف عربی زبان کی خصوصیت ہی نہیں بلکہ ہر زبان میں یہی اصول کار فرما ہے ۔

امام بیہقیؒ بیان کرتے ہیں ۔

امام مالکؒ فرماتے تھے کہ اگر میرے پاس کوئی شخص ایسا لایا جاوے جو عربی زبان سے واقف نہ ہو اور اس کے باوجود کلام اللہ کی تفسیر کرتا ہو تو میں اس شخص کو سزا دونگا۔[1]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں ۔ کہ کلام اللہ میں کوئی لفظ سمجھ میں نہ آئے تو اس کو اشعار عرب میں تلاش کرو ۔

حدیث مبارک میں ذکر ہے ۔

اعربو القرآن والتمسوا غرائبہ[2]

ترجمہ :۔ قرآن کے معنی اچھی طرح سمجھو اور اس کے غرائب کی تحقیق کرو ۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کا ذوق عربیت انتہائے کمال پر تھا ۔ یہاں اعراب سے مراد نحویوں کی اصطلاح نہیں ۔ مطلق ادراک معانی مقصود ہے ۔

کسی بھی زبان کے اصوات ولہجات اپنے طور پر اہم ہوا کرتے ہیں اور اس طرح عربی زبان کے لب ولہجہ کو بھی فہم قرآن کے سلسلہ میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔ مثلاً سورۃ نمل میں حضرت سلیمان علیہ السّلام کے قصّہ میں " اولا اذبحنّہ "[3] آیا ہے ۔ جو شخص قرأت سے واقف نہ ہو گا ۔ وہ فقرہ کا ترجمہ نفی میں کرے گا ۔ یعنی میں اس (ہدہد) کو ذبح نہیں کروں گا ۔ مگر قرأت سے واقف شخص فوراً سمجھ جائے گا کہ دراصل یہ لا ۔ لائے نافیہ نہیں ۔ بلکہ لام کے فتحہ کو ذرا کھینچ دینے کی وجہ سے صورت لا کی ہو گئی ہے اور اسی لہجہ کے مطابق اس لفظ لا کے ساتھ قرآن میں کتابت ہوئی ہے ۔

---

[1] مرتضی زبیدی : شرح احیاء العلوم ، ج ۴ ، ص ۵۳۹

[2] الاتقان ، ص ۱۷۵

[3] القرآن

لغت کی اس قدر اہمیت کے باوجود یہ کوئی مستقل آخذ تفسیر نہیں ۔ جس جگہ قرآن و سنت یا آثارِ صحابہؓ سے قرآن پاک کے کسی لفظ کی تفسیر موجود نہ ہو ۔ وہاں آیت کی ایسی تفسیر کی جائے گی جو اہل عرب کے محاورات کے مطابق ہو ۔ اور ہر مقام پر صرف لغت کی بنیاد پر ان میں سے کوئی ۔ مفہوم متعین کرنا مغالطوں کا سبب بن سکتا ہے ۔ اس لیے امام محمدؒ محض لغت کے ذریعہ قرآن کریم کی تفسیر کو مکروہ قرار دیتے تھے ۔

تفسیر کا پانچواں آخذ عقل سلیم و ذوق سلیم ہے

قرآن حکیم کو بصیرت کے ساتھ سمجھنے کے لیے نور بصیرت کی ضرورت ہے ۔ ہر شخص حضرت ابن عباسؓ یا حضرت ابن مسعودؓ کی طرح قرآن حکیم نہیں سمجھ سکتا ۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے ۔ فہم القرآن ایک خاص نعمت ہے ۔ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو نوازتا ہے ۔

یوتی الحکمۃ من یشاء ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا [1]

ترجمہ :۔ قرآن حکیم کی تفسر کے لیے عقل سلیم کی ضرورت ہے ۔

الا من اتی اللہ بقلب سلیم [2]

ترجمہ :۔

قرآن حکیم کے اسرار و حِکَم اور حقائق و معارف کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے ۔ قرآن پاک صرف اپنے ظاہر میں محدود نہیں ۔ کہ صرف اس کی تلاوت اور عبادت کافی ہو ۔ ہر ظہر کے ساتھ ایک بطن ہے ۔ جس کی تفسیر و تشریح اپنے مقام پر از بس ضروری ہے ۔ قرآنی علوم و مقاصد اگر صرف ظاہر میں واضح ہوتے تو پھر قرآن عزیز میں تدبر و تفکر کی بھی ہرگز حاجت نہ تھی ۔ حالانکہ قرآن حکیم نے خود اس کی دعوت دی ہے ۔

---

[1] القرآن سورۃ البقرہ (۲) : ۲۶۹

[2] القرآن سورۃ البقرہ (۲۶) : ۱۹

كتاب انزلناه اليك مبارك ليدبروا اياته وليتذكر اولوالالباب ؎

ترجمہ:۔ایک کتاب جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے ۔ یہ برکت والی ہے ۔ تاکہ لوگ اس کی آیات میں تدبر کریں اور سمجھ والے اسے سمجھیں ۔

ابن ابی حاتم حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کرتے رہیں ۔ آپ نے فرمایا ۔

فظهره التلاوة وبطنه التاويل فجالسوا به العلماء وجانبوا به السفهآء ۔

ترجمہ :۔ قرآن کا ظاہر اس کی تلاوت اس کا باطن اس کے مطالب ہیں ۔ اس کے لیے علماء کے پاس بیٹھو اور بے وقوفوں سے کنارہ کش رہو ۔

قرآن پاک کی تفسیر کے لیے عقل سلیم کے ساتھ ساتھ ذوق سلیم بھی ہونا چاہیے کبھی ایک سادہ سا فقرہ یا مصرعہ ہوتا ہے ۔ مگر عام آدمی اس سے متاثر نہیں ہوتا اور صاحب ذوق اسے سُن کر سر دھننے لگتا ہے ۔ استاد مومن کا ایک شعر ہے ۔

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا

جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

اس شعر کو بہت سے لوگوں نے سنا ہو گا لیکن جب مرزا غالب نے سنا تو کہنے لگے اے کاش مومن یہ ایک شعر مجھے دے دیتے اور اس عوض میں میرا پورا دیوان مجھ سے لیتے ۔

آخر میں یہ عرض کرنا ضروری ہے ۔ کہ ایک مفسر اہل حق کے عقائد و اعمال اور اخلاق کا پابند ہو ۔ الاتقان میں امام ابو طالب طبری سے نقل کیا ہے ۔

ان من شرطه صحة الاعتقاد اولا ولزوم سنة الدين فان من كان مغموصًا عليه فى دينه لا يوتمن على الدنيا فكيف على الدين ثم لا يوتمن فى الدين على

؎ القرآن سورت ص (۳۸) : ۲۹

الاخبار عن عالم فکیف یوتمن فی الاخبار عن اسرار الله تعالیٰ ولانه لا یومن ان کان متهما بالالحاد ان یذبغی الفتنه ویغیرُ الناس بلیه وخداعه [۱](أ)

ترجمہ :۔ مفسر کی شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے ۔ کہ پہلے تو اس کا عقیدہ صحیح ہو ۔ دوسرے وہ سُنّتِ دین کا پابند ہو ۔ کیونکہ جو شخص دین میں مخدوش ہو ۔ کسی دنیوی معاملے میں بھی اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ۔ تو دین کے معاملے میں اس پر کیا اعتماد کیا جائے گا ۔ پھر ایسا شخص اگر کسی عالم سے دین کے بارے میں کوئی بات نقل کرے اس میں بھی وہ لائق اعتماد نہیں ۔ اسرارِ الٰہی کی خبر دینے میں تو کیا لائق اعتماد ہو گا ۔ نیز ایسے شخص پر اگر الحاد کی تہمت ہو تو اس کے بارے میں اندیشہ ہے ۔ کہ وہ تفسیر لکھ کر کوئی فتنہ کھڑا کر دے اور لوگوں کو اپنی چرب زبانی سے اور مکاری سے گمراہ کر دے ۔

مفسر کا ذہن غلط عقیدہ، بدعت و معصیت سے پاک ہو اور یہی تقویٰ ہے ۔ تقویٰ کا مفہوم یہی ہے ۔ اجتناب عن الشرك والمعصية والبدعة ۔ شرک اور بدعت سے دل و دماغ کا پاک ہونا ضروری ہے ۔ دلیل میں قرآن پاک کی درج ذیل آیت ہے ۔

لا یمسه الا المطهرون [۲]

لمس یعنی چھونے کے یہاں دو مفہوم مراد ہو سکتے ہیں ۔

۱ :۔ جو لوگ صاف دل اور پاک اخلاق رکھتے ۔ وہی اس کے علوم و حقائق تک ٹھیک رسائی پا سکتے ہیں اس صورت میں مَس کے معنی مجازی ہوں گے ۔

۲ :۔ اس قرآن کریم کو وضو کے بغیر ہاتھ لگانا جائز نہیں ۔ اس صورت میں مَس کے معنی حقیقی ہوں گے ۔

الغرض عدم لمس سے یہاں ظاہری اور باطنی دونوں مراد ہیں ۔ بے وضو قرآن پاک کے ظواہر کو نہیں چھو سکتا اور وہ دل جو شرک، بدعت اور معصیت سے پاک نہ ہو ۔ وہ قرآن پاک کے حقائق کو نہیں پہنچ سکتا ۔

علامہ شامی لکھتے ہیں ۔

---

[۱] از اتقان نوع ۷۸ ص ۱۸۶

[۲] الواقعہ (۵۶) : ۷۹

ان فیہ حمل المس علی الحقیقۃ والاصل فی الکلام الحقیقۃ واحتمال غیرھا بلا دلیل لا یقدح فی صحۃ الاستدلال فلا نیا فی ذلک القطعیۃ[1]

ترجمہ: یہاں لفظ مَس (چھونا) اپنے حقیقی معنوں پر محمول ہے اور کلام میں اصل یہی ہے۔ کہ حقیقی معنی لیے جائیں کسی دوسرے معنی کا احتمال جس کیلیے دلیل بھی کوئی نہ ہو۔ جہل استدلال کی صحت پر ہرگز اثر انداز نہیں۔

شاہ ولی اللہؒ کا قول ہے۔ مفسر کیلیے علم لدنی ضروری ہے اور وہ تقویٰ کا ثمرہ ہے۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔

شکوت الیٰ وکیع سوء حفظی فاوصانی الی ترک المعاصی

لان العلم نور من اللہ ونور اللہ لا یعطی لعاص

ترجمہ: میں نے اپنے استاد وکیع سے اپنے حافظ ہونے کی۔ توانہوں نے گناہوں کو ترک کر دینے کی ہدایت فرمائی اور کہا علم خدا کا ایک نور ہے۔ جو کسی گناہگار کو نہیں دیا جا سکتا۔

الغرض معصیت کی وجہ سے بصیرت کا نور سلب ہو جاتا ہے۔

الاتقان میں امام زرکشیؒ کے حوالے سے نقل ہے۔

اعلم انہ لا یحصل للناظر فھم معانی الوحی ولا یظھر لہ اسرارہ وفی قلبہ بدعۃ او کبر او ھویٰ او حب الدنیا او ھو مصر علی ذنب او غیر متحقق بالایمان اوضعیف التحقیق او یعتمد علی قول مفسر لیس عندہٗ علم او مراجع الیٰ معقولہ وھذہ کلھا حجب موانع بعضھا اکبر من بعض[2]

ترجمہ:۔ جاننا چاہیے کہ قرآن کریم کا مطالعہ کرنے والے پر وحی کے معنی ظاہر نہیں ہوتے اور اس پر وحی کے اسرار نہیں کھلتے جبکہ اس کے دل میں بدعت ہو۔ یا اپنی ذاتی خواہش ہو یا دنیا کی محبّت ہو۔ یا وہ گناہ پر اصرار کرنیوالا ہو۔ یا اسکا ایمان پختہ نہ ہو۔ یا اس میں تحقیق کا مادہ کمزور ہو۔ یا وہ کسی ایسے مفسر کے قول پر اعتماد کرے جو علم سے کورا ہو۔ یا قرآن حکیم کی تفسیر میں عقل کے گھوڑے دوڑاتا ہو اور یہ تمام چیزیں فہم قرآن سے حجاب اور مانع ہیں۔ ان میں بعض دوسری بعض سے زیادہ قوی ہیں۔ تمت بالخیر

---

[1] رد المختار، ج ۱ ص ۶۶ مصر [2] الاتقان، نوع ۷۸، ج ۲، ص ۸۱